رضوانہ نقوی☆

ڈاکٹر علی کمیل قزلباش☆☆

مشرق کی طربیہءِ خداوندی: جاوید نامہ

Javeed Nama:An Eastern Divine Comedy

Abstract:

Javeed Name by Dr Mohammad Iqbal is a masterpiece in persian literature. It is a long poem in the form of "Masnawi" which is comprised almost 2000 pieces of poetry. It was 1st published in 1932 and after that several additions have been published up till now. Javeed Nama infect is a fantastical travelogue leaded by Molana Room towards the beyond stars and worlds, where Iqbal tryst the souls of renowned & reputable personalities of this earthly world. In this Masnawi Iqbal has presented the various type of intellectual, religious, political and social facts and raise the questions about the men's Identity & honour.Iqbal has called this book "Divine Comedy" of Asia after the style of Dante's "Divine Comedy", the book commence with the psalm but the real motives come in front when the poet meets Molana Room by the river bank in the evening. Iqbal asks a few questions to Rumi's soul which are answered and then poet's and Rumi's spirits start their travel to sky, they hear the welcome song sung by stars, then they step forward to moon and stay there for short, here they meet a World friendly man named "Wishwa Mittr" he asks some questions to Iqbal wich are replid by him then they visit other planets and meet other personalities like Ibn_a Hallaj, Ghalib, Qurat_ul_aain and also watch sinful souls in torments. In the last part of the Book the poet addresses his son which is actually an address and message to future generations.

Key Words: Javeed Nama, Divine Comedy, imaginary travelogue, Rumi , intellectual,

---

☆لیکچرر اردو، گورنمنٹ کالج فار ویمن، جلال پور شریف، جہلم

☆☆ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ جنرل موسیٰ پوسٹ گریجوایٹ کالج، کوئٹہ

"جاوید نامہ" تقریبا دوہزار اشعار پر مشتمل اقبال کی وہ فارسی تمثیل ہے کہ جو انہیں فارسی ادب کے سربر آوردہ شعراء میں بلند مقام عطا کرتی ہے۔فارسی ادب میں اقبال سے پہلے شاہنامہ فردوسی، مثنوی معنوی، دیوان حافظ اور سعدی کی گلستان و بوستان منارہ ءِ لطف و عظمت کی صورت میں موجود تھیں اقبال کی "جاوید نامہ" نے اس لطافت و علمیت کو اپنے فن سے مزید نکھار دیا مشرق میں متذکرہ بالا کتب کے علاوہ مغرب میں ملٹن کی "فردوسِ گم گشتہ "گوئٹے کی "فاؤسٹ" اور بالخصوص دانتے کی "طربیہ" کے آثار "جاوید نامہ" میں فلسفیانہ وسعت و عالمگیر حیاتِ نو کے خواہش میں مزید ابھر کر سامنے آتے ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ جاوید نامہ ابتداءِ انسانی سے منتہاءِ انسانی یعنی معراج آدمیت کے سلسلے میں ایک جاودانی جہت کا اضافہ ہے تو غلط نہ ہو گا ۔اس تمثیلی نظم میں اقبال اپنے مرشدِ روحانی "مولانا رومی" کی سرکردگی میں تخیلی سفر کرتے ہوئے جنت تک جا پہنچتے ہیں جبکہ اس سے آگے وہ تنہا بارگاہ ایزدی میں پیش ہوتے ہیں۔اس طویل مثنوی نما داستان میں اقبال جن ستاروں پہ قدم رکھتے ہیں انہیں "افلاک" کا نام دیا گیا ہے۔ناقدین کے نزدیک افلاک کی تسمیہ "معراج محمدی" کی طرف اشارہ ہے۔ہر فلک کی اپنی انفرادیت اور جداگانہ حیات ہے کہ جو گونا گوں احوال و مقامات سے پر ،شعری معنویت میں سمجھنے والوں کے لیے ذہنی و قلبی پردہ کشائی کی ایک صورت ہے۔افلاک کے سیر میں مذہبیت کی بجائے انسانیت مرکز نگاہ ہے سو یورپ وایشیا کی اہم شخصیات عالم ارواح میں اپنے امتیازات و مراتب کے ساتھ اقبال سے محو کلام ہوتی ہیں اور ان کے سوالات کے جواب دیتی ہیں۔یوں حیات انسانی اور دنیاوی مسائل زیر بحث آتے اور صورتحال کے نئے زاویے کھلتے ہیں لیکن لطف کلام یہ ہے کہ فلسفیانہ موشگافیوں اور انسانی مسائل کی پیچیدگیوں کے باوجود اتنی طویل نظم میں شعری حسن ولطافت ماند نہیں پڑتا اور "جاوید نامہ" میں فلسفی اقبال شاعر اقبال پر حاوی ہونے کی بجائے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے سیر افلاک کی یہ منزل طے کرتا ہے۔یوں پوری نظم جذبہ و فکر کے حسین امتزاج کی صورت عالمی ادبیات کے اعلی نمونوں میں شمولیت اختیار کر لیتی ہے۔" جاوید نامہ" کی پہلی طباعت 1932 میں منظر عام پر آئی اس پر پہلا مضمون چوہدری محمد حسین نے علامہ اقبال کی رہنمائی و تائید میں تحریر کیا جس کا خلاصہ معراج آدمیت نکلتا ہے کیونکہ چوہدری محمد حسین کے نزدیک:"جاوید نامہ در حقیقت معراج نامہ ہے۔اسرار و حقائقِ معراجِ محمدیہ پر لکھنے کی خواہش علامہ اقبال کو ایک عرصے سے تھی جاوید نامہ اس خواہش کی تکمیل ہے"(1)۔لیکن جاوید نامہ کا مطالعہ بالواسطہ طور پر مغربی ادب کے شاہکار "طربیہ" جسے اس کی آفاقیت کے تناظر میں زمانے نے "خداوندی" یعنی کلام الہام کے لقب سے سرفراز کیا ہے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔"طربیہءِ خداوندی" دانتے کی لازوال تخلیق ہے کہ جس میں دانتے نے اقبال ہی کی طرح سیر افلاک، جنت و دوزخ کے مناظر عام و خاص شخصیات سے ملاقات، سوال و جواب، جزا و سزا، مذہب و انسانیت کو اپنے فلسفے اور فکر کے حوالے سے بیان کیا ہے۔"جاوید نامہ" بھی انہی تناظرات سے منسلک ہے جس زمانے میں جاوید نامہ کی تخلیق ہوئی طربیہءِ خداوندی پر یورپ میں نئے سرے سے تنقید کے در وا ہو چکے تھے ان کا لب لباب اسلامی اثرات کا واضح بیان تھا کہ "طربیہءِ خداوندی" کا پلاٹ ہی نہیں اس کے بیشتر مناظر و احوال بھی معراج مصطفی سے متعلق اور متعدد احادیث اور اسلامی روایات سے اخذ شدہ ہیں۔بالخصوص ہسپانوی مستشرقین کی جدید تحقیقات یہ واضح کرتی ہیں کہ طربیہ خداوندی کا ماخذ بنیادی طور پر وہ احادیث ہیں کہ جن میں معراج کی کیفیت و تفصیلات درج ہیں اور احادیث کے ذخیرے کے بعد اسلامی ادب و تصوف کی وہ کتب کہ جن میں معراج مصطفی کی روداد بیان کرنے کے بعد سیاحتِ علوی و مشاہدہءِ کائنات اور تجلیات کا ذکر موجود ہے۔اس سلسلے میں محی الدین ابن عربی کی کتاب "فتوحاتِ مکیہ" اور ابو العلاء معری کی تصنیف "رسالۃ الغفران" بالخصوص اہم ہیں میڈرڈ یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر Asin اپنی معرکۃ الآرا کتاب ‘‘lslam and devine comedy’’ میں لکھتے ہیں کہ:

(It is not) possible any longer to deny Islamic literature the place of honour to which it is entitled in the stately train of the foorerunners of DANTE'S poem.(2)

پروفیسر آسن کی تحقیق کے مطابق معراج کی روایت مغرب میں ہسپانوی علماء اور صوفیا کرام کے ذریعے پہنچی یوں اسلامی اثرات کے تناظر میں طربیۂ خداوندی معراج کے ادبی پہلو کا پہلا بڑا مغربی نمونہ ہے۔ طربیۂ خداوندی کا مطالعہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے کہ دانتے کے ہاں بہشت، دوزخ و اعراف کی تمام منازل و مناظر "فتوحات مکیہ" سے نقل شدہ ہیں۔

The last stage is again a sea of light the refulgence of which mahomet paints in term of extreme hyperbole.

Mahomet meeting with the keeper of the hell however, obviously has its parallel in the scene where Dante is refused passage by the boat man caronte and grim minos. The poet merely reproduced the moslem scene in a more attractive artistic form adapted from the (sic) classical mythology the moslem keeper, wrathful and glowing like red coal, his curt refused to open the door and the imperious command from on high.... all seem like rough sketches of Dante's boatman a " demon with eyes like hot coals shooting forth flames" whose voice is raised in anger as the exclaims. (3)

آٹھویں سے تیرھویں صدی عیسوی کا دورانیہ معراجیہ روایات کے حوالے سے بہت اہم ہے کہ اس عہد میں تصوف و شریعت میں جتنا بھی علمی و ادبی کام ہوا اس میں محدثین، علماء، مفسرین، صوفیا، حکماء و شعرانے بلاواسطہ و بالواسطہ اشتراکِ علم و عمل سے حضورِ اقدس کے سفر معراج اور اس مسافرت کے متعلقات کو متعدد تاریخی و مذہبی انسلاکات کے ذریعے ایک حکایت کا روپ دے دیا۔ ان تمام روایات کو سامنے رکھتے ہوئے اگر طربیہ خداوندی کا مطالعہ و موازنہ کیا جائے تو مشابہت کے بے شمار پہلو سامنے آتے ہیں بالخصوص صوفیانہ روایات میں تجلیٔ ذات کی مسافرت اور بعد ازاں جلوے کی چکا چوند کا مشاہدہ دونوں تصانیف میں ایک دوسرے سے مشابہہ ہے۔ محی الدین ابن عربی نے "فتوحات مکیہ" میں سیاحت علوی میں دو افراد کو اپنا رہنما کیا ہے ان میں ایک فلسفی ہے اور دوسرا عالم دین اور پھر ان دو کرداروں کے ذریعے فلسفۂ حیات و کائنات کے متعدد پہلو اور علوم و فنون کے مباحث و مسائل اس انداز سے پیش کیے ہیں کہ گویا یہ تمام تر علوم و افکار وہ انکشافات و الہام ہیں کہ جو ان کے قلب پہ دوران معراج نازل ہوئے تھے۔ ابن عربی کا معراج نامہ اپنے مذہبی پہلو سے نمایاں ہے جبکہ مشہور عربی نابینا شاعر ابوالعلی معری کا "رسالۃ الغفران" مذہبی کے ساتھ ساتھ ادبی لطافت سے بھی مزین ہے۔ دانتے نے طربیۂ خداوندی میں ان دو حضرات سے بالخصوص اثر قبول کیا۔ طربیہ مسلمان صوفیہ سے تقریباً 80 سال بعد جبکہ اقبال کا "جاوید نامہ" دانتے کی وفات سے تقریباً 600 سال بعد منظر عام پر آیا۔ "جاوید نامہ" اقبال کی فکر و مزاج کے تناظر میں معراج آدمیت کی خواہش بن کر ظاہر ہوتا ہے اور عصرِ حاضر کے تقاضوں اور انسانی صورتحال کی کشاکش میں انقلابات زمانہ کا نقیب بن جاتا ہے۔ یوں دیکھا جائے تو "فتوحات مکیہ" "" رسالۃ الغفران" اور طربیہ خداوندی کے بعد "جاوید نامہ" عہد حاضر میں معراج نامے کا دائرہ مکمل کرتا ہے۔ لیکن جاوید نامے کا امتیاز یہ ہے کہ اپنے

پیش رووں سے اثر پذیری کے باوجود اس کتاب میں وہ تفصیلی مظاہرات ومشاہدات نظر نہیں آتے کہ جو پہلی تصانیف میں غیر حل شدہ اور پیچیدہ مباحث کے درواکرتے ہیں دوسری بات یہ کہ اقبال سیر افلاک میں فقط چھ سیاروں کے سیر پر اکتفا کرتے اور دوزخ واعراف سے منہ موڑتے ہوئے سوءِ افلاک جانکلتے ہیں۔عبد العلیم کے مطابق:"یہ اس لیے کہ جنت اور حضور و تجلی کے نئے تصورات اور نئے مقاصد و معنی دنیا کے سامنے رکھنے مقصود تھے جن لوگوں کو جہنم میں دکھانے کی ضرورت تھی ان کو فلکِ زحل کے ایک قلزمِ خونیں میں مبتلائے عذاب دکھایا ہے وہ صرف مذہبی یا اخلاقی حیثیت سے مجرم نہیں بلکہ انہوں نے ملک وملت سے غداری کی تھی اور ان کو دوزخ نے بھی اپنے اندر لینا قبول نہیں کیا تھا"(4)۔دراصل جاوید نامہ کی تشکیل، تعبیر و پیشکش اقبال کے فکری لائحہ عمل کی تجسیم ہے کہ جو مقامیت سے بلند ہو کر آفاقیت کی منازل کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔چنانچہ انہوں نے عام تشریحی انداز میں معراج نامہ لکھنے کی بجائے اپنی تخیلی وسعتوں اور قلبی حدتوں کو طربیہءِ خداوندی کے فنکارانہ رنگ میں پیش کرنے کی کامیاب سعی کی۔چوہدری محمد حسین کے الفاظ میں:"اپنے فکری وفنی جولانیوں کے پیش نظر اقبال نے چاہا کہ دانتے کے انداز میں ادبی نقطہءِ نگاہ سے معراج اقبال لکھا جائے جس میں قیدِ مباحث سے آزادی ہو اور تخیل وادراک تفسیر و تاویل کی تنگ فضا سے نکل کر فکر و بصیرت و اختراع والہام کی جن لامحدود فضاؤں تک چاہیں باآسانی پرواز کر سکیں"(5)۔گو کہ اقبال نے جاوید نامہ کی تخلیق کے لیے طربیہءِ خداوندی کو ہی مرکز نگاہ بنایا مگر جاوید نامہ نہ تو طربیہءِ خداوندی کی نقل ہے اور نہ تفسیر ان دونوں کے اشتراکی پہلو رویہ اور پیشکش کے حوالے سے ایک دوسرے سے میل کھانے کے باوجود اپنے تاثر و نتائج میں اختلافی ہیں۔گو کہ Divine Comedy اور "جاوید نامہ "دونوں میں ایک نوع کی معنوی مناسبت موجود ہے لیکن خود اقبال کے صاحبزادے جاوید اقبال کا نام بھی اس سلسلے میں مناسبت رکھتا ہے لیکن ان دونوں نشانیوں سے ماورا" جاوید نامہ "درحقیقت ایک خاص معنی میں وہ درسِ عرفان ہے کہ جو باعثِ تخلیق آدم بنا جو بطور پیغام و نصیحت اس مثنوی میں جابجا موجود ہے اور بالخصوص اس کتاب کا اختتامی حصہ جو سفر افلاک کے خاتمے کے بعد بطور ضمیمہ "سخنے بہ نژادِ نو "کی صورت سامنے آتا ہے۔ڈیوائن کامیڈی سے جاوید نامہ کی مناسبت اس صورت میں بھی بعید از قیاس ہے کہ اس کا اصل نام فقط کامیڈی یعنی طربیہ ہے ڈیوائن کا لقب بعد ازاں قدر دانوں اور مداحوں نے شامل کیا۔جاوید نامہ اور طربیہ کے اشتراکی پہلوؤں میں ابتدا ہی سے رہنما کا کردار سامنے آتا ہے۔طربیہ میں دانتے کا پسندیدہ شاعر "ورجل "سفر افلاک میں اس کا رہنما ہے جو اسے مشکلات و مصائب میں ایک محافظ و رہنما کی طرح ملتا ہے اور سفر افلاک اور مقام جناں تک اس کی ہمراہی اور رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتا ہے "ورجل "دراصل عقلِ انسانی کا استعارہ ہے جو راستے کی نشاندہی تو کر سکتی ہے مگر منزلِ معراج تک پہنچنا اس کے لئے ممکن نہیں۔ابنِ عربی کے تتبع میں دانتے بھی یہ سمجھتا ہے کہ فردوس وجناں کا سفر دنیا میں روحانی سفر کی تمثیل ہے۔انسان کو دنیا میں بھیجنے کا مقصد آخرت کی تیاری ہے تاکہ اسے اس کی حقیقی منزل اور حقیقی معراج ،"دیدارِ خداوندی "نصیب ہو۔ابن عربی اور دانتے دونوں اس بات کے قائل ہیں کہ تائید غیبی اور شریعت کی امداد کے بنا یہ مراحل طے کرنا ممکن نہیں۔یوں "ورجل "سفر کی ابتدائی منزلوں تک تو راہ دکھا سکتا ہے مگر الطاف و کرم کبریائی کے بنا جنت تک پہنچنا ممکن نہیں۔

When him I saw in this wild, desert place, “have mercy”

Said I whatsoe’er

thou be, or ghost or man,

that thus appears to me”

He answered man I am

Not, but was in days .”

“A bards i was, and sung

of that just man,

Anchises son from Troy who came,

What time proud Ilion’s towers succumbed to flame”.(6)

مہم کے آغاز میں دانتے جب غور کرتا ہے کہ اس نے کس قدر کٹھن مہم کی طرف قدم بڑھائے ہیں اور درپیش آنے والے مصائب و تکالیف اس کی ہمت و حوصلے سے سوا ہیں تو "ورجل" اس کی جان ِ حیات "بیاترس" کا سہارا لیتا ہے۔ بیاترس عشق کا وہی استعارہ ہے جو تمام صوفیا کے ہاں قوتِ تسخیر اور بخت کشائی کا اسمِ اعظم ہے۔ سو "ورجل" دانتے کی کم ہمتی کو جوش و جذبے میں بدلنے کے لئے دانتے کو بتاتا ہے کہ اس کی محبوبہ کی پاکیزہ روح اس مہم جوئی کے لیے دانتے کی منتظر ہے اور ورجل خود اس پاک روح کے حکم پہ دانتے کو لینے کے لیے آیا ہے۔ یوں محبت کی طاقت دانتے میں نئی روح پھونک دیتی ہے اور وہ ہر قسم کے خوف و خطر کو بھلا کے سفر افلاک کے لیے تیار ہو جاتا۔

And this my fear is,

that so far astray.

He is already that too late is given,

My care for him from

what I’ve heard in heaven,

Now ,go and with, thy

Grace.

And other means whereby

fear is controlled,

Assist him so that I may be consoled

I who thee send and am

Beatrice named.(7)"

مقصدِ تخلیقِ انسان کا یہ فلسفہ اقبال کی فکر و روح کا بنیادی محور ہے وہ بھی شریعت کی پاسداری اور انسانی صلاحیتوں کے بھرپور استعمال کے بعد بشر کو حاصل ہونے والی روحانی جلاِ و قوت کی بنا پر انسان کو دنیا میں نیابتِ الٰہی کا اہل تصور کرتے ہیں ان کے ہاں بھی عقل چراغِ راہ تو ہے منزل نہیں ہے۔ عشق کا تصور انہوں نے دانتے کی بجائے براہِ راست مسلم صوفیا سے لیا ہے تصورِ عشق ان کے " فلسفہ ءِ خودی" کے تمام مراحل کی مہمیز ہے کہ اس جذبے کے بِنا نہ تو "اطاعتِ خداوندی" ممکن ہے نہ "ضبطِ نفس" اور نہ ہی اس قوت کے بنا انسان "نیابت الٰہی "کا فریضہ سرانجام دے سکتا ہے، جاوید نامہ میں طربیہ کے "ورجل اور بیاترس "کے برعکس عقل و عشق دونوں کا محور مرشدِ معنوی "مولانا رومی "ہیں ایک ایسی ہستی جو عرفان و آگہی کی پروردہ ،شریعت کی پاسدار، "عرَف نفسہٗ فعرَف ربہّ "کا انسانی تعارف ہے۔ سو اقبال کی روحانی پژمردگی، اداسی و بے قراری کی تسکین کا مصدر "عشق "ہے جس کے نمائندہ مولانا روم ہیں۔ دونوں نظموں میں سوز و سازِ حیات کا منبعَ "عشق "روحانی و پاکیزہ ہے جسم و جنسی کشش سے دور خالصتاَ روحانی روشنی جو پر آشوب و پر مصائب راہ پہ نور کی صورت رہنما بنتی ہے اور خطرات کے بیچ حفاظتی دائرہ کام قائم کرتی انسانی وجود کے مقابل افلاک کی ہماگیریت میں بشر کو محفوظ ہی نہیں رکھتی بلکہ جزو کے آگے کل کی وسعتیں اور تابناکیاں بھی کھولتی چلی جاتی ہیں۔ اقبال بھی جاوید نامہ کی ابتدا میں دانتے کی طرح بے چین و بے قرار ہیں تنہائی، بے کیفی حضرت آدم کی بے عملی کے حزن اور کائنات کی حقیقتِ نارسا کے غم میں شکوہ کناں، اداس و ملول۔ لیکن "بانگ درا "کے شکوے اور "جاوید نامہ "کی شکوے میں فرق یہ ہے کہ جاوید نامہ ، بانگ درا کے مقابل گستاخی و بے باکی کی بجائے ٹھہراؤ اور فکر و استفسار سے عبارت، علم، عقل اور عشق کے تین "عین "کے حوالے سے معتبر ہے۔ بانگ درا میں جہاں اجتماعی مفاد اور مادی ّ فات کی طلب ہے (کہ جن سے غیر بہرہ ور اور امت مسلمہ محروم ہے) جبکہ جاوید نامہ علویت کا نشان بنتے ہوئے ارضی و مادی مفاد سے پرے دیدار محبوب حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور وجدانی کیفیات کے لیے دریوزہ گر ہے۔ مناجات کا اختتام دعائیہ ہے جو جوانوں کو پیروں کو استاد کرنے کے لیے عقلی، علمی، فکری و عملی بیداری چاہتی ہیں۔ جو تسخیر کائنات میں بھی معاون ہو اور انسانی خلافت کی پاسداری بھی قائم رہے۔ "تمہیدِ آسمانی "دراصل فکر انگیزی کی ابتدا ہے جہاں زمین پہ آسمانی طنز بصورت برق جگر فگاری کرتا ہے۔ مگر رحمتِ کبریائی اس کی دلجوئی اور اشک شوئی کرتی ہے اور تسلی دیتی ہے کہ:

اے امین از امانت بے خبر

غم مخور، اندر ضمیرِ خود نگر

شستہ ءِ از لوحِ جاں نقشِ امید

نورِ جاں از خاک تو آید پدید(8)

"تمہیدِ آسمانی" کے بعد نغمہ ءِ ملائک سے عظمتِ انسانی آشکار ہوتی ہے کہ وہ فرشتے جو کل تک آدم کو فتنہ پرور، اور فسادی کے لقب سے یاد کرتے تھے وہ آج اسے نغمہ ءِ سرمدی جانتے ہوئے "عرش آشنا" اور "محبوب خدا" کے لقب سے نواز رہے ہیں۔ اس کے بعد "تمہید زمینی" کا آغاز ہوتا ہے کہ جہاں دانتے کے "ورجل" کی طرح رومی اقبال سے بصورت رہنما اور درد آشنا ملاقات کرتے ہیں" جاوید نامہ "کا یہ مقام سب سے اہم ہے کہ جہاں حق شناس اور عشق آشنا مولانا روم نہ صرف رہنمائی کرتے ہوئے اقبال کے سفر ِ آسمانی کا اغاز کرتے ہیں۔ بلکہ وہ ایک مرشدِ حقیقی کی طرح اپنے پیرو کے لیے حقائق و معارف کی بند راہیں بھی کھولتے چلے جاتے ہیں ۔وہ موجود اور نا موجود، محمود و نا محمود، مراتبِ ظہور ،دیدارِ ذات، قوت عشق ،برہان مبین، حقیقتِ زماں و مکاں کے مباحث، رازِ کائنات و تخلیقِ آدم کی تفسیر بیان کرتے ہوئے زمینی بشر کے لیے معراجِ آدمیت کے منارے روشن کرتے ہیں۔ اس مقام پر رومی "ورجل" کے مقابل کہیں زیادہ بلند مرتبہ اور صاحب علم و معجزات نظر آتے ہیں۔ جو اپنے پیروکار کے لیے افلاک کی راہیں اور عرفان کے گرہیں اس طور کھولتے ہیں کہ گویا آئینہ ءِ افلاک ان کے عکس سے پہلے ہی آشنا ہو۔

تو ازیں نہ آسماں ترسی؟ ماترس

از فراخائے جہاں ترسی؟ ماترس

چشم بکشا بر زماں و بر مکاں

ایں دو یک حال است از احوال جاں

تانگہ از جلوہ پیش افتادہ است

اختلافِ دوش و فردہ دازادہ است

ای بدن باجان انباز نیست

مشتِ خاک مانعِ پرواز نیست(9)

طربیہ ءِ خداوندی دانتے کی منظر نگاری کا نقطہ ءِ عروج ہے کہ جہاں اس طویل نظم میں گویا لفظی تصویروں کا نگار خانہ جگمگا رہا ہے۔ لیکن یہ تصاویر ساکت و جامد نہیں بلکہ آواز و آہنگ سے بھرپور ہیں۔ جنت اور دوزخ کے نظارے کردار، مناظر کی تفصیلات و جزئیات کرداروں کا حلیہ اندازِ حرکت و کلام، مکالمہ اور مکالماتی پس منظر، مناظرِ بہشت و دوزخ، عمارات کے بیان میں تنوع، ہیبت ناک فضائیں، مفرح ماحول، ڈراوٗنی صورتیں اور کمالات حسن، شیاطین و فرشتے، مجرم و گنہگار کے حلیے اور عذاب کی تفاصیل، حسین و جمیل فرشتے، اپسرائیں، ان کا لباس، نازوانداز، جلوس و ہنگامے، حمد و ثنا کے مظاہر تسکین و

نور، آگ و عفریت، سانپ، بچھو، اژدہے اور جہنمی فرشتے اور نوری پیکر غرض لا تعداد کردار ہیں جن کی تفاصیل کی گوناگونی نیز حرکت و عمل کے مرقعے اس قدر پر اثر اور مکمل ہیں کہ طربیہء خداوندی ایک جیتا جاگتا جہان معلوم ہوتی ہے کہ جس کی سرحدیں بے حد وسیع اور مناظر گہما گہمی سے پر ہیں۔ اس کے مقابل "جاوید نامہ" میں منظر نگاری حقائق نگاری میں ڈھل کر عرفانی و تخیلی وسعتوں کی سرحدیں دراز کرتی ہے۔ اقبال نے جاوید نامہ میں منظر نگاری پر خاص توجہ صرف نہیں کی اور نہ ہی یہ ان کا منتہا تھا ان کا مقصد "نژادِ نو" کو ایک نئی فکر اور جہد مسلسل سے آشنائی بخشا اور حرکت و عمل کے نئے آفاق طلوع کرنا تھا۔ ایسے میں انہیں منظر نگاری سے زیادہ نقطہ آفرینی اور حکیمانہ قابلیت کی ضرورت تھی جو "جاوید نامہ" میں بدرجہ اُتم موجود ہے۔

مردم اندر کائناتِ رنگ و بو

ذاتم اندر عالمِ بے ہاؤ ہو

رشتہء من زاں کہن عالم گست

یک جہانِ تازہء آمد بدست (10)

گو کہ جاوید نامہ کا مرکز فقط "مسلمان" نہیں بلکہ "انسان" ہے لیکن پھر بھی اپنے مرشدِ معنوی مولانا روم کے پیروکار ہونے کے ناطے ان کی تعلیمات وافکار اقبال کے لیے حرزِ جاں ہیں یوں جہاں طربیہ خداوندی ٹامس "ایکوئناس" کے تتبع میں عیسائی افکار و تعلیمات کی نمائندہ ہے وہیں جاوید نامہ اسلامی افکار و نظریات کی بنیادی تعلیمات کو سامنے لاتا ہے۔ لیکن دونوں شعراء کے ہاں غیر مذہب کے حوالے سے نرم رویہ بھی ملتا ہے اور وہ غیر مسلکی نامور افراد کو قابل قبول صورت میں پیش کرتے ہیں بلکہ اس مقام پر اقبال دانتے سے زیادہ وسیع مشربی اور انسان دوستی کا بھرم رکھتے ہیں۔ طربیہء خداوندی عیسائیت کے پرچار میں تثلیث، تجسیم اور کفارہ کا ذکر تو کرتی ہے لیکن عملی نمونے اور قیام حکومت کے لیے کسی مربوط، منظم اور مستند نظامِ حیات کو پیش کرنے سے قاصر ہے کہ جس کے تحت دانتے کے پیش کردہ مذہب، اخلاقیات یا نظام حیات و حکومت کو ماننے والے اپنے زندگی بسر کریں گے جبکہ جاوید نامہ ایک منظم و مضبوط نظام حیات کا عملی خاکہ پیش کرتی ہے کہ جس کی بنیادیں عہد جدید کے تناظر میں نا صرف مذہبی بلکہ سیاسی، عمرانی اور اخلاقی خطوط پر استوار ہیں یوں "جاوید نامہ" اسلامی نظام حیات کا عملی فلسفہ پیش کرتے ہوئے زمانے کو اس دائرہءِ عافیت میں آنے کی دعوت دیتا ہے کہ جہاں دو جہاں کی فلاح و بہبود انسانی مقدر بن جاتی ہے۔ طربیہء خداوندی ایک ادبی شاہکار ہونے کے ناطے ابتدا تا اختتام رمز و کنایہ، اشارات و علامات اور تمثیلی مظاہر سے معمور ہے یوں اس کے بعض مقامات تفہیمی حوالے سے عام ہی نہیں بلکہ ادب کے سقّہ قاریوں اور ناقدین کے نزدیک بھی الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ متعدد مقامات پر یہ اشارات و علامات ذاتی اور از حد مبہم ہونے کی بنا پر عمومی تفہیمی عمل میں سد راہ بنتی ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ کوشش دانتے نے ارادتاً کی ہو تاکہ اس کی تصنیف ایک تفہیمی معمّہ کی صورت ادبی ایوانوں میں لمبے عرصے کے لیے زیر بحث رہے۔ نیز یہ اثرات ابن عربی کے بھی ہو سکتے ہیں کہ "فتوحاتِ مکیہ" میں بعض مقامات پر ابنِ عربی کا لہجہ اس قدر پر اسرار ہو جاتا ہے کہ گویا "وحیءِ ربانی" کا نزول ہو رہا ہو۔ اس کے بر عکس جاوید نامہ کا محرک چونکہ اصلاحِ انسانی اور معراج آدمیت کی راہوں کو ہموار کرنے کے لیے فکری و فلسفیانہ جہد سے عبارت ہے سو یہاں معمائی رنگ سے زیادہ استفہامی، تفصیلی اور فلسفیانہ انداز نمایاں ہے۔ گو کہ ایک فنکار شاعر ہونے کے ناطے رمز و کنایہ کا استعمال "جاوید نامہ" میں بھی نمایاں ہے۔ لیکن علم بدیع و بیان کی یہ نمونے شعری حسن میں تو اضافہ کرتے ہیں چیستاں نہیں بن پاتے۔ اقبال کی تمام تر شاعری چونکہ

ایک واضح فکری نظام سے منسلک تھی سو" جاوید نامہ" بھی اسی فکری وسعت کا علوی اظہار ہے جس میں جہاں گردی کے دوران اپنے حال کو سنوارنے اور عظمتِ انسانی پہ متمکن ہونے کے قرینے سجھائے گئے ہیں۔ دانتے کے برعکس اقبال نے حیات بعد از ممات سے زیادہ لمحہءِ موجود کو مرکزِ نگاہ ٹھہرایا ہے اور لوگوں کو اپنی دنیاوی زندگی سنوارنے اور اخلاقی اور فکری سربلندی کے ساتھ جہدِ مسلسل پر اکسانے کی کوشش کی ہے جبکہ طربیہءِ خداوندی اس کھوج میں ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہو گا؟

"طربیہءِ خداوندی" بنیادی طور پر ایک ادبی تخلیق ہے کہ جس میں مذہب و اخلاقیات دنیاوی جہنم کے بھگتان کا نتیجہ بن کر سامنے آتے ہیں، جبکہ " جاوید نامہ" اول تا آخر جہد و عمل ہے، جہل کے مقابل نور ہے، اندھیری راتوں میں بھٹکتی "نژادِ نو" کے لیے پیغامِ بیداری، خود اعتباری وخود اختیاری ہے کیونکہ اس دستورِ عمل پہ پیرا ہو کر کوئی بھی شخص بالخصوص نوجوان اپنے حال و مستقبل ہی نہیں اپنی حیاتِ ابدی کو بھی لازوال اور بے مثال بنا سکتے ہیں۔ اقبال محض شاعر ہی نہیں فلسفی بھی تھے کہ جنھوں نے ایک مربوط فلسفہ "خودی" کی صورت پیش کیا۔ چنانچہ "جاوید نامہ" اسی فلسفہءِ خودی کی تخصیصی صورت ہے جبکہ "طربیہءِ خداوندی" میں گو کہ دانتے نے بھی فلسفیانہ نکات پیش کیے ہیں مگر وہ حیات و کائنات کے متعلق کوئی مربوط فلسفہ پیش کرنے کی بجائے دیگر فلسفیوں اور مذہبی پیشواؤں کے خیالات کو دہراتے ہیں جو فکری تسلسل کو منتشر کرتے ہوئے ذہن کو کسی ایک نقطے پہ مرتکز رکھنے کی بجائے اِدھر اُدھر بھٹکنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ یوں "جاوید نامہ" کے برعکس "طربیہءِ خداوندی" فکری مسائل کا حل پیش کرنے کی بجائے مزید الجھنوں کا باعث بنتی ہے۔

طربیہ خداوندی اور جاوید نامہ دونوں کا مرکزی نقطہ مذہب اور مذہب کی سب سے بڑی علامت خدا ہے۔ مگر یہاں:

بوعلی اندر غبارِ ناقہ گم

دستِ رومی پردہءِ محمل گرفت

کی کیفیت ہے دانتے بارگاہ ایزدی میں پہنچ کر بھی نارسائی سے دوچار ہے اور تثلیث کا راز استفسار کے باوجود پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس حوالے سے پروفیسر سلیم چشتی کی رائے دلچسپ ہے کہ: "دانتے نے بارگاہ ایزدی میں پہنچ کے یہ سوال تو کیا ہے کہ اے خدا مجھے تثلیث کا راز سمجھا دے مگر اس کا کوئی جواب خدا کی طرف سے نہیں ملا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ جواب حاصل کیے بغیر دانتے نے تثلیث کا مراقبہ کیسے شروع کر دیا۔ مراقبہ موقوف ہے علم پر اور علم اسے حاصل نہ تھا ورنہ وہ خدا سے سوال کیوں کرتا؟ (11) جبکہ بارگاہ عظمت میں رسائی کے اسی مقام پر اقبال جب ربّ ذوالجلال سے سوال کرتے ہیں کہ:

من چرا در بندے تقدیرم بگوے

تو غیری من چرا میرم بگوے

اس کا جواب بارگاہِ خداوندی سے یوں ملتا ہے:

بودہ اندر جہانِ چار سو

ہر کہ گنجد اندروں میرد دروں

زندگی خواہی خودی راپیش کن

چار سوراغرق اندر خویش کن

بعض بینی من کیم تو کیستی

درجہاں چوں مردی وچوں زیستی(12)

یوں "جاوید نامہ" انسانی تفکر و مسائل کے لئے مکمل تشفی کا سامان بنتے ہوئے عظمتِ آدم کی طرف رجوع کرتا ہے اور انسان اور ذاتِ انسانی کی تعمیر و تکمیل سے متعلقہ مسائل یعنی حیات، قوتِ حیات بصوتِ عشق، خودی کی شناخت، تکمیل ذات، عشق کے مدارج، خودی کے مراحل، عشق و عقل کا ربط و مقام، دین و تفہیمِ دین، حق و حق شناسی، تقدیر و تدبیر، بشری تخلیق و مقامِ بشر، ذات اور اس کے متعلقات قلب و فکر کے انسلاکات، غرض حیاتِ انسانی کے تمام تر گوشوں اور زاویوں کو عیاں کرنے کی کوشش کرتا ہے اس کے برعکس" طربیہءِ خداوندی" کا دائرہ، حیاتِ انسانی اور مسائلِ انسانی کے تناظر میں نہایت محدود ہے۔یوں" جاوید نامہ "ملٹن کی "فردوس گم گشتہ "کے خاکے سے آغاز سفر کرکے دانتے کی "طربیہءِ خداوندی "کے مقابل آن ٹھہرتا ہے۔لیکن" جاوید نامہ "ایک ایسے روحانی سفر کی داستان ہے کہ جو شعر و فن اور فلسفہ و حکمت کے گوناگوں مدارج طے کرکے ایسے مقام پر پہنچتا ہے کہ جہاں اقبال کا فکری و شعری افق کائنات کے لامتناہی آفاق سے منسلک ہو جاتا ہے اور "ہم حیات و کائنات کی ابدی حقیقتوں کو محسوس اور مرئی شکل میں جلوہ گر پاتے ہیں۔یہی اس کے عنوان کا تقاضہ ہے اور منتہائے مقصود بھی"(13)۔روحانی سفر کی اس داستان میں "نژادِنو" کی شمولیت ایک جاودانی جہت اور سرمدی پیغام کی نمائندہ بن کر آفاقیت کے مدارج طے کرلیتی ہے۔اس مقام پر" جاوید نامہ "،"طربیہءِ خداوندی" سے فکری اور عملی حوالے سے بلند تر مقام پر فائز ہوتی ہے کہ آفاقیت کی نمائندہ یہ کتاب اس خواہش کا اظہار ہے کہ حیاتِ انسانی کو صراط مستقیم پہ لاتے ہوئے اس نہج پہ رکھا جائے جہاں سے آدمیت کی امان وترقی کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو، اور انسانی جذبوں اور قوتوں کو یوں مہمیز ملے کہ وہ حیاتِ انسانی اور ارتقاءِ مسلسل سے ہمکنار ہو کر زمین کو بصورتِ جناں اک نیا جنم دے سکیں۔یعنی بشر کو وہ اخلاقی زاویے اور قرینے حاصل ہوں جو منشائے ایزدی اور منشائے فطرت ہیں تاکہ انسان نیابت الہٰی کا حقیقی فریضہ انجام دیتے ہوئے اپنے مقام ازلی پر فائز ہو۔

حوالہ جات:

۱۔صدیقی،عبدالعلیم،"سیر افلاک"،(لاہور:مقبول کیڈمی،2000ء)،ص:۱۱

۲۔ آسین میگوئل. Asin , Miguel. " Islam and the Divine Comedy" Goodword Books, Delhi 2008, pn 7.

۳۔Idem pn07_15

۴۔زیرِ افلاک،ص ۴

۵۔چشتی،یوسف سلیم،پروفیسر،"شرح جاوید نامہ"(لاہور:عشرت پبلشنگ ہاؤس،اکتوبر ۱۹۵۶)ص ۲۴

۶۔دانتے،Dante Alighieri, "Divine Comedy" Oxford The Clarendon Press, london, 1904, pn 04

۷۔Idem pn 20

۸۔اقبال،ڈاکٹر"جاوید نامہ"(لاہور:اقبال اکادمی،پاکستان،طبع اول ۱۹۸۲)ص:۹

۹۔ ایضاً،ص:۱۹۔۲۰

۱۰۔ ایضاً،ص:۲۳

۱۱۔چشتی،یوسف سلیم،"شرح جاوید نامہ"،ص:۸۳

۱۲۔ اقبال،ڈاکٹر"جاوید نامہ"ص ۱۱۱

۱۳۔ رفیق خاور،مقدمہ،"جاوید نامہ اقبال"(مترجمہ)،(لاہور:اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۷۶ء)،ص:ب ب